سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

مختصر حالات، ملفوظات، غیر مطبوعہ علمی و ادبی تبرکات

مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

آج میرا قلم ایک ایسی عظیم شخصیت پر کچھ لکھنے کے لئے آمادہ ہے جس کا سکۂ علم و فضل چار دانگِ عالم میں چل رہا ہے۔ جو سراپا مرقعِ تحقیق اور مجسم مخزنِ رموز و نکات تھا۔ جو اسلام کی حقانیت کی قد آدم روشن دلیل تھا، جس نے ایک طرف درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا اور دوسری طرف سلوک راہِ عرفان میں طالبین کی رہنمائی کی۔ جس نے ایک طرف وعظ و افتاء کے ذریعے رشد و ہدایت کے دریا بہائے تو دوسری طرف تصنیف و تالیف سے اسلام اور زمرۂ اہلِ سنت و جماعت کی حمایت و حفاظت کی۔ جس نے ایک طرف مدرسہ کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف خانقاہ کے در و بام کو ذکر اللہ سے لبریز کر دیا۔ جس نے اپنی روحانیت کی بے پناہ قوت اور حمیت اسلامی کی بے مثال طاقت کو بروئے کار لاکر حضرت سید احمد شہیدؒ جیسا روشن دل مجاہد اور غازی تیار کیا۔ جس نے ہندوستان میں اسلام و ایمان کے قیام و فروغ کے لئے ایک جاں باز جماعت کی تشکیل کی اور اسلام و ایمان کی بقا و استحکام کی خاطر مع رفقا کے شہادت سے ہم آغوش ہوکر زندگی جاوید سے ہمکنار ہوا۔ اور جس کے ایمان افروز نعروں کی بازگشت آج بھی گنبدِ نیلگوں کے

نتیجے اقصائے ہند میں سُنی جا رہی ہے — وہ شخصیت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث کی حقائق انگیز شخصیت ہے۔ جو اپنے زمانے کے محدثین و مشائخ کا مرجع تھے۔ جن کا تلامذہ و مسترشدین آفاق گیر ہے، جنہوں نے باوجود مسلسل علالت و نقاہت اور سیاسی انتشار اور ناساز گار حالات کے دہلی میں بیٹھ کر خمستانِ علوم و معارف دو تشنگانِ بادۂ توحید و سنت کو سرشار و سیراب کیا۔ جن کی ظاہری بینائی اگرچہ عالمِ شباب میں جا چکی تھی لیکن ان کے دل کی حیرت انگیز روشنی نے ہزاروں دلوں کو روشن ہزاروں دل کے نابیناؤں کو بفضلِ ایزدی چشمِ بصیرت سے بہرہ ور کیا۔

اس عظیم شخصیت کے حالات میں کچھ رسالے لکھے گئے ہیں مگر سب ناکمل ہیں حالات عزیزی مؤلفہ رحیم بخش دہلویؒ جو کمیاب ہو گئی ہے کہیں دیکھنے کو نہ ملی تھی۔ لائبریری (رامپور) میں اس کا مطالعہ کیا، بڑی مایوسی ہوئی کہ اس میں سوانح کا حق ادا نہ کیا گیا، حالانکہ سوانح نگار کے پاس پورے پورے حالات بہم پہنچانے کے اس وقت ذرائع موجود تھے۔ حیاتِ ولی کے آخر میں بھی انھیں رحیم بخش صاحب نے حضرت عبدالعزیزؒ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں تھوڑے سے حالات لکھنے اور نظم و نثر کے چند نمونے دکھانے کے بعد لکھتے ہیں:-

"اگرچہ اس وقت آپ کے خطوط کے بہت سے مسودات میرے زیرِ نظر ہیں لیکن میں نے حیاتِ ولی کے طول پکڑ جانے کے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کر کے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ الخ"

خطوط کے جن مسودات کا ذکر رحیم بخش صاحب سرسری طور پر کر رہے ہیں کاش وہ تمام خطوط حیاتِ عزیزی یا حیاتِ ولی میں درج ہو جاتے تو آج حیاتِ عزیزی کے بہت سے گوشے ہماری نظروں کے سامنے ہوتے۔

نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں بڑی متانت اور محدثانہ مورخانہ بالغ نظری کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر حال لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ مع ذوالفقار احمد بھوپالی مرحوم نے الروض الممطور میں کر دیا ہے اور کچھ مزید حالات بھی آخر

لکھے ہیں۔ مگر ان دونوں کتابوں میں عمرِ عزیز کو نوّے[۹۰] سال بتایا ہے۔ حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اسّی سال کی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہونے والا انسان ۱۲۳۹ھ میں اسّی سال کا ہوگا۔ اس قسم کی سہو قلم سے پیدا ہونے والی غلطیاں اگرچہ معمولی ہوتی ہیں مگر تاریخ و سوانح کے طالب علم کو خلجان میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

فتاویٰ شاہ عبدالعزیزؒ مطبوعہ مجتبائی کے شروع میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی برائے نام سوانح عمری ہے۔ اس کے آخر میں ہے۔ " بعدِ حضرت مولانا ہر سہ برادرانِ ایشاں قائم مقامِ ایشاں شدند و بہ درس و تدریس مشغول گشتند الخ"۔ یعنی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے وصال کے بعد ان کے تینوں بھائی ان کے قائم مقام ہوئے اور آپ کی جگہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ حالانکہ سب سے پہلے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنیؒ[۱] کا انتقال ہوا، پھر ۱۲۳۰ھ میں شاہ عبدالقادرؒ دنیا سے رخصت ہوئے اور ۱۲۳۳ھ میں شاہ رفیع الدینؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے سامنے ان سے تقریباً چھ سال پہلے رحلت فرمائی۔ ایسی صورت میں بھلا کس طرح یہ تینوں بھائی شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد قائم مقام ہو سکتے ہیں۔

[۲] دو ماہ کے قریب ہوئے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اُن کے خاندان کے دیگر اکابر کے مزارات پر حاضری کا اتفاق ہوا۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں اس قبرستان کے کتبے تک برباد ہو گئے تھے۔ بعض اہلِ خیر نے مسجد و احاطۂ درگاہ شاہ ولی اللہؒ کی مرمت کا کام بڑے اہتمام سے کیا ہے۔ مزاراتِ اکابر پر دوبارہ کتبے بھی نصب کرائے گئے ہیں۔ مگر یہ دیکھ کر افسوس اور تعجب ہوا کہ مزار شاہ عبدالعزیزؒ پر جو کتبہ ہے اس میں سن وفات ہوئے

---

[۱] ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے اپنی کتاب تراجم علمائے حدیث میں ایک دلچسپ غلطی اور کی ہے وہ یہ کہ حضرت شاہ عبدالغنی ابن حضرت شاہ ولی اللہؒ کو وہ حضرت مولانا نانوتویؒ کا استاذ بتاتے ہیں۔ انھیں شاید یہ معلوم ہی نہیں کہ شاہ ابوسعید مجددیؒ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی شاہ عبدالغنی مجددیؒ تھا اور وہی استاذ قاسم العلومؒ تھے۔

قلم سے سنہ ۱۲۴۸ھ لکھا ہوا ہے ۔ اس کو بھی معمولی غلطی کہہ دیجئے ۔ مگر میرے نزدیک بہت بڑی غلطی ہے ۔ ہم اپنے بزرگوں کی حیات کے ہر ہر دور اور وفات و بعد وفات تاریخ کے بہت سے واقعات وابستہ رکھتے ہیں اگر اس طرح بے توجہی سے کام لیا گیا اہلِ علم نے کوئی خبر نہ لی تو ہماری ہندستان کی ملی تاریخ پر غلط اثر پڑے گا ۔

محقق شہیر مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنی رائے بریلوی نے نزہۃ الخواطر جلد ۷ میں شاہ عبدالعزیزؒ کا جامع تذکرہ کیا ہے اس سے مجھے بڑی رہنمائی ملی ۔ میں اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے مکمل حالات لکھنے سے قاصر ہوں ۔ اس کے لئے بڑی جستجو بڑا وقت بڑا سفر درکار ہے ، ان کی تمام تصانیف پر سیر حاصل تبصرہ کرنا ۔ تلامذہ کی مکمل فہرست اُن کے اجمالی حالات کے ساتھ تیار کرنا اور ہندوستان کے شخصی و درسگاہی کتب خانوں سے حضرت شاہ صاحبؒ کی نادر اور غیر مطبوعہ تحریرات کا حاصل کرنا میرے لئے دشوار میرا خیال تو فقط یہ تھا کہ بیاضِ مولانا رشیدالدین خاں[1] دہلویؒ کا تعارف کراؤں ۔ وہی مولانا رشیدالدین خانؒ ہیں جن کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک مقولہ مشہور

---

[1] سرسید احمد خاں آثار الصنادید میں لکھتے ہیں :۔ " جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول یگانۂ روزگار . . یکتائے زمانہ ، قدوۂ دوراں مولوی محمد رشیدالدین خاں طاب ثراہ . . . شاگردِ رشید اور مخلص خالص العقیدہ جناب جنت مآب زبدۂ اکابر روزگار مولانا رفیع رضوان اللہ علیہ کے تھے . . . اگرچہ کسب کمال ان حضرت کے دونوں بھائی یعنی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت سے بھی کیا تھا ۔ لیکن تکمیلِ علوم کی ان ہی کی میں انصرام کو پہنچائی ۔ مدۃ العمر فرقۂ امامیہ کے علماء سے مباحثہ و مناظرہ کیا اور باہم تحریر اس بحث میں رسالہائے متعدد فراہم ہو گئے ۔ طریق مناظرہ کا یہ دیکھا گیا کہ تقریر و تحریر خصم کو بجز اعتراف عجز کے چارہ نہ تھا ۔ مدرسۂ دہلی میں مدرس تھے الخ مولانا مملوک علی نانوتوی ان ہی کے شاگردِ رشید تھے ۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ ان میں الصولۃ الغضنفریہ اور شوکت عمریہ معرکۃ الآرا کتابیں ہیں ۔ سنہ ۱۲۴۹ھ میں انتقال فرمایا ۔ (تذکرہ علمائے ہند و نزہۃ الخواطر جلد

ہے کہ "میری تقریر تو محمد اسمٰعیل نے لے لی اور تحریر رشید الدین نے"۔

اب سے تقریباً تیس سال بیشتر جب کہ میں دارالعلوم (دیوبند) میں تعلیم پاتا تھا یہ بیاض دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس بیاض پر جمعیۃ الانصار کی مُہر لگی ہوئی ہے۔ غالباً حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اس کو کہیں سے حاصل کیا تھا، اس بیاض میں زیادہ تر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی ایسی نادر تحریرات ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملیں۔ اس میں شاہ صاحبؒ کے مکتوبات بھی ہیں، فتاوٰی بھی ہیں اور کلام نظم ونثر کے بہترین شاہ کار بھی۔

اس بیاض کا کچھ حصہ میں نے نقل کر لیا تھا اور یہ اطمینان تھا کہ جب بیاض رشیدی کا تعارف کرانا ہوگا اس کو دوبارہ دیکھ لوں گا۔ اب پاؤ صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے پر کثیرالتعداد کتابوں کے ذخیرے میں اس بیاض کا پتہ نہیں چلتا۔ خدا کرے کہ وہ کتب خانے میں محفوظ ہو۔ میں اپنے اس مقالے میں اپنے مقام پر اس بیاض ہی سے نقل کئے ہوئے علمی وادبی نمونے پیش کروں گا۔ اسی بیاض کے تعارف کی خاطر شروع میں تھوڑے سے حالات اور ملفوظاتِ عزیزی بھی شامل کر دیئے ہیں۔

پیدائش۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ غلام حلیم تاریخی نام ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی زوجۂ اولیٰ سے ایک صاحبزادے شیخ محمد محدثؒ تھے اور دوسری زوجہ سے چار صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیزؒ تھے۔

تعلیم۔ حفظ قرآن کے بعد آپ نے تعلیم زیادہ تر اپنے والد ماجد سے پائی اور کچھ تعلیم حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ اور حضرت شاہ نوراللہ بڈھانویؒ سے بھی حاصل کی۔ منجانب اللہ ذہانت، ذکاوتِ غیر معمولی اور حافظہ بے نظیر عطا ہوا تھا۔ ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد کے سامنے ہی تمام علوم وفنونِ مروجہ سے فارغ ہو گئے تھے اور اسی زمانے سے پڑھانا شروع کر دیا تھا۔

بیعت۔ اپنے والد ماجد سے تمام سلاسل میں بیعت ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں میدانِ سلوک طے کر لیا۔ ۱۶ سال کے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ حضرت

(۱) و (۲) و (۳) ہر سہ برادرانِ گرامی قدر (۴) و (۵) ہر دو نواسے (۶) مولانا شا
شہید دہلوی ؒ برادر زادہ (۷) مولانا مخصوص اللہ ؒ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی (۸) مولانا عبد
بڈھانوی ؒ (۹) شاہ غلام علی مجددی دہلوی ؒ (۱۰) شاہ ابوسعید مجددی رام پوری ثم دہلوی ؒ (۱
شاہ احمد سعید مجددی ؒ ابن شاہ ابوسعید مجددی ؒ (۱۲) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی ؒ (۱۳) مولانا
قطب الہدیٰ حسنی ساکن رائے بریلی (۱۴) مولانا رؤف احمد رأفت مجددی رامپوری ؒ (۱۵)
حسین احمد محدث ملیح آبادی ؒ (۱۶) مرزا حسن علی صغیر محدث لکھنوی ؒ (۱۷) مولانا حیدر علی را
(۱۸) مولانا حیدر علی فیض آبادی ؒ مؤلف ازالۃ الغین و منتہی الکلام (۱۹) مولانا سید احمد
بجنوری ؒ (۲۰) مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی ثم کانپوری ؒ (۲۱) مولانا سنارالدین احمد بدایو
(۲۲) مولانا شاہ سید آلِ رسول برکاتی مارہروی (۲۳) اخوند حافظ عبدالعزیز قادری دہلو
(۲۴) مولانا فضل حق خیر آبادی ؒ (۲۵) مولانا رشید الدین خاں دہلوی ؒ (۲۶) مولانا کریم اللہ دہلو
(۲۷) مولانا محبوب علی دہلوی ؒ (۲۸) مولانا سید محمد اسحٰق بن سید محمد عرفان رائے بریلوی (حضـ
سید احمد شہید ؒ کے برادر کلاں) ۔ (۲۹) مولانا عبدالخالق دہلوی ؒ (۳۰) مولانا غلام جیلانی رفعت راہ
(۳۱) مولانا کرم اللہ[۱] محدث دہلوی (م ۱۲۵۲ھ) (۳۲) شیخ قمر الدین حسینی سونی پتی ؒ (۳۳) ...
شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی ؒ (۳۴) مولانا غلام محی الدین بگوئی (۳۵) حافظ غلام علی چڑ
(۳۶) مولانا محمد شکور مچھلی شہری (۳۷) مولانا سید جلال الدین برہان پوری ؒ (۳۸) مولانا سید آلِ
قنوجی ؒ (نواب صدیق حسن خاں کے والد ماجد) (۳۹) شاہ رحمٰن بخش چشتی امروہی ؒ ابن حضرت
شاہ عبدالباری صدیقی چشتی (۴۰) مولانا سید رمضان علی امروہی ؒ (۴۱) مولانا نجابت حسین مـ
محلہ قاضی ٹولہ بانس بریلی (یہ نام زبانی روایت کی بناپر درج کیا گیا ہے) (۴۲) شیخ فضل حق
غلام مینا ساحر علوی کاکوروی (۴۳) مفتی صدر الدین آزردہ (۴۴) مولانا شاہ ظہور الحق قا

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند میں لکھا ہے کہ ۱۲۵۸ھ میں ان کا انتقال ہوا اور حجاز میں انتقال ہوا حالانکہ صحیح یہ ہے کہ ۱۲۵۲ھ میں شہر سورت کے اندر انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ جیسا نزہۃ الخواطر جلد ۷ اور سفرنامۂ شیفتہ سے معلوم ہوتا ہے۔

پھلواروی ؒ (آپ نے مکاتبۃً حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے اجازت حدیث حاصل کی۔ کما فی نزھۃ الخواطر)۔

مولوی ببر علی دہلوی و مولوی دھومن سہارنپوری

مؤلف تذکرۂ علمائے ہند نے لکھا ہے کہ یہ دونوں حرف شناس بھی نہ تھے (اُمّی تھے) حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی صحبت میں رہتے تھے قوتِ حافظہ ایسی تھی کہ جو کچھ شاہ صاحب سے سنتے تھے لفظ بہ لفظ یاد رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی زبان سے قرآن مجید کا وعظ بارہا سُن چکے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ کچھ فرمائیے، کہتے کہ قرآن کی کوئی آیت پڑھو۔ اگر پڑھنے والا غلط پڑھتا تو تصحیح کرتے اور اس کا ترجمہ کرکے تفصیل و تشریح کرتے تھے۔ مفتی اسداللہ الہ آبادی مرحوم فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا اس زمانے میں مولوی ببر علی زندہ تھے، ان کے اوصاف سُن کر اُن کی ملاقات کا مشتاق ہوا۔ نماز جمعہ شاہجہانی جامع مسجد میں ادا کی۔ نماز کے بعد مجلس وعظ منعقد ہوئی۔ بعض لوگوں نے کہا مولوی ببر علی ہیں جو وعظ کہہ رہے ہیں۔ میں نے نہایت توجہ سے ان کا وعظ سُنا، جتنا ان کے متعلق سُنا تھا اس سے زیادہ ان کو پایا۔ وعظ سے جب فارغ ہوگئے تو میں نے سلام و مصافحہ کیا اور ایک آیت کا مطلب دریافت کیا۔ انہوں نے برجستہ اس کا مطلب بیان کیا اور میرے اشکال کو بھی دور کر دیا۔ ع صحبتِ صالح ترا صالح کند

(ملخظ از ترجمہ تذکرہ علمائے ہند۔ مرتبہ محمد ایوب قادری)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے فیضِ صحبت سے خواص تو خواص عوام بھی کس قدر متأثر ہوئے تھے۔

تصانیف ۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تصنیفات و تالیفات میں جو کتب شائع ہوچکی ہیں یا جو موجود اور مشہور ہیں اُن کی فہرست نزھۃ الخواطر اور حیاتِ ولی سے اخذ کرکے پیش کرتا ہوں۔ ان کے علاوہ بھی نہ معلوم کتنا ذخیرۂ تالیف اور ہوگا جو انقلابِ زمانہ اور غفلت سے تلف ہوگیا۔ ان کتابوں میں سے ہر ایک پر ایک مفصل تبصرہ کیا جاسکتا ہے فی الحال فہرست اور اجمالی تعارف پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) آپ کی مشہور تالیف تفسیر فتح العزیز ہے جو کہ تفسیر عزیزی بھی کہلاتی ہے
تفسیر کو ایسے زمانے میں جب کہ مرض کا شدید غلبہ تھا املا رکھوایا۔ یہ کئی جلدوں
اس کا اکثر حصہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں ضائع ہوگیا، اول و آخر کی صرف دو جلدیں دست
ہوئیں جو شائع ہو چکی ہیں، اور ان کا اردو میں ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔
(۲) تحفۂ اثناعشریہ۔ علم کلام میں ایک زبردست علمی شاہکار رہے۔ فرقۂ امامیہ کے
عقیدت اور ان کے اعتراضات کے مکمل جوابات ہیں۔ قرآن و حدیث کے مطالب
تاریخ و سیرت کے بہت سے گوشے اس کے مطالعے سے کھلتے ہیں۔ لفظ چراغ ے
کی تصنیف کا سال ۱۲۰۴ھ نکلتا ہے۔ مولوی اسلمی مدراسیؒ نے اس کا عربی میں بھی ت
دیا تھا۔ خود حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں تحفۂ اثناعشریہ کا ذکر آنے پر فرمایا
شخص نے اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا: "ھٰذا کتاب لو بیع (الوزنہ) ذھبًا لکان الب
مغبونًا" (یعنی یہ کتاب ایسی ہے کہ اگر اس کے برابر سونا لے کر اس کو فروخت کیا
تو بھی بیچنے والا خسارہ میں رہے گا)۔
(۳) بستان المحدثین۔ اس میں کتب احادیث کی فہرست ہے اور ان کے مد
و جامعین کے شرح و بسط کے ساتھ سوانح ہیں۔ بے نظیر کتاب ہے۔ اس کا اردو
مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی مدرس دارالعلوم دیوبند نے کیا تھا۔
(۴) عجالۂ نافعہ۔ فارسی زبان میں اصول حدیث میں مختصر اور بڑا جامع و نافع رس
اس کا بھی اردو میں ترجمہ ہوگیا ہے۔
(۵) میزان البلاغۃ۔ علم البلاغت میں ایک عمدہ متن ہے۔ اس کو غالبًا سب۔
پہلے قاضی بشیر الدین صدیقی میرٹھی مرحوم نے مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نقشبندی دیوبن
کے حاشیے کے ساتھ اپنے مطبع مجتبائی میرٹھ میں شائع کیا۔
(۶) میزان الکلام۔ علم کلام میں ایک عمدہ متن ہے۔
(۷) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل۔ یہ رسالہ علحدہ بھی شائع ہوا ہے اور فتاوی جلد
میں شامل ہو کر بھی — (۸) عزیز الاقتباس۔ خلفاء راشدین کے فضائل میں ہے۔

(۹) سرّ الشہادتین۔ شہادتِ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف اس کی نسبت میں بعض حضرات کو کلام ہے۔

(۱۰) رسالۃ فی الانساب (۱۱) رسالۃ فی الرؤیا۔

(۱۲) حواشی جو منطق اور حکمت کی کئی کتابوں پر ہیں۔

(۱۳) فتاوٰی۔ یہ مطبع مجتبائی میں دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ فتاوٰی کے ساتھ پانچ چھ رسائل بھی شائع ہوئے ہیں جو بہت اہم ہیں۔

ان کتابوں کے ساتھ ساتھ حاجی رفیع الدین فاروقی مرادآبادیؒ کی کتاب "اسولہ واجوبہ" کے جوابات کو بھی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تالیف قرار دینا چاہیئے۔ یہ کتاب جہاں تک مجھے معلوم ہے کتب خانۂ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ۔ کتب خانہ مظاہر علوم سہارن پور، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور کتب خانۂ قاضی شہر رامپور میں موجود ہے۔ حاجی رفیع الدین مرادآبادیؒ اس کتاب کے دیباچے میں جو تحریر فرماتے ہیں اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے اصل عبارت دیباچہ کتب خانۂ دارالعلوم ندوہ سے نقل کی گئی تھی۔

"حضرت شاہ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایک تفسیر تالیف کی ہے جس کا نام فتح العزیز ہے۔ ابھی اس کے مسودات بیاض کی منزل تک نہیں پہنچے ہیں۔ یوں تو اس میں تحقیقاتِ بسیار اور لطائفِ بیشمار تحریر ہوئے ہیں۔ مگر پانچ علوم پر خصوصیت سے بحث کی گئی ہے۔

(۱) سورتوں کے عنوانات اور اجمالاً ہر سورت کا مضمون۔

(۲) بعض آیات کا بعض کے ساتھ ربط۔

(۳) متشابہات القرآن۔

(۴) قصص و احکام قرآنی کے اسرار۔

(۵) لطائف نظم قرآن۔

مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں علوم کے نمونے جستہ جستہ فقیر محمد رفیع الدین مرادآبادی کو مکاتیب کی شکل میں روانہ فرمائے۔ ان کے بارے میں احقر نے جو سوالات کئے ان کے جوابات بھی مکاتیب میں لکھے۔ میں نے ان سب کو ان اوراق میں جمع کر دیا۔ واللہ ولی التوفیق۔"

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی مجالسِ درسِ قرآن

مشہور مناظر و متکلم حضرت مولانا علی فیض آبادیؒ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ازالۃ الغین کے مقالۂ تاسعہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی مجالسِ درسِ قرآن کا آنکھ دیکھا حال تحریر فرمایا ہے۔ ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ دہلوی (حضرت شاہ عبدالعزیزؒ) روز جمعہ اور سہ شنبہ کو مجلسِ وعظ اپنے مدرسے منعقد کرتے تھے۔ مشتاقین وہاں جمع ہوتے تھے اور یہ وعظ کافی دیر تک ہوتا تھا۔ علماء کو تفسیر بیضاوی، تفسیر نیشاپوری، کشاف اور دیگر تفاسیرِ مشکلہ اپنے سامنے رکھتے تھے۔ سمجھ لیتے تھے کہ اس وقت فلاں اشکال کو فلاں تفسیر میں سے حل فرمایا گیا ہے۔ میں نے بارہا یہ دیکھا کہ جس شخص کے دل میں کسی قسم کا اعتراض یا شبہ آتا تھا آپ کی تقریر سے شخص مطمئن ہو جاتا تھا۔ آپ کے فیضِ صحبت سے اکثر غیر مسلم مسلمان ہو جاتے اور شک و تردد والے قوتِ اعتقاد حاصل کرتے تھے۔ فقیر کا سفرِ دہلی، محض تحقیقِ مذہب کے سلسلے میں ہوا تھا، جب اس بابرکت صحبت میں التزام کے ساتھ رہا تو تمام شکوک و اوہام ختم ہو گئے۔

آخری درسِ قرآن ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا آخری درس وقت اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى کی تفسیر تھا۔ یہاں سے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر شروع کی اور ان کا آخری درس اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ کی تفسیر تھا۔ اس سے آگے کو حضرت شاہ محمد اسحٰقؒ نے سلسلہ جاری رکھا۔ (ماخوذ از نزہۃ الخواطر جلد ۷ بحوالہ مقالاتِ الطریقت)

حلیہ مبارک ۔ حکیم سید عبدالحیؒ نزہۃ الخواطر میں، تحریر فرماتے ہیں۔ آپ طویل القامت نحیف البدن، گندم گوں، کشادہ چشم اور گھنی داڑھی والے تھے۔

مسلک ۔ علامہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے کہ ان (شاہ عبدالعزیزؒ کا) خاندان علومِ حدیث و فقہ حنفی کا ہے۔ خدمت اس علم شریف کی جیسی اس خاندان سے وجود میں آئی ویسی اس ملک میں اور کسی سے معلوم و معہود نہیں ہے (الروض الممطور بحوالہ ...)

مرض وفات اور وفات ۔ نزہۃ الخواطر میں ہے کہ ۲۵ سال کی عمر سے آپ کو گوناگوں امراض لاحق ہو گئے تھے جس کی وجہ سے بینائی پر اثر پڑ گیا تھا۔ بنابریں مدرسہ کا

شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے سپرد کر دیا تھا، زیادہ تر یہی دونوں بھائی طلباء کو درس حدیث دیتے تھے۔ خود بھی درس حدیث دیتے تھے مگر کم۔ تصنیف و تالیف، فتاویٰ و وعظ کا کام برابر جاری رہا۔ آپ کے مواعظ حقائق قرآن سے لبریز ہوتے تھے۔ آخری عمر میں تو آپ اس قابل بھی نہ رہے تھے کہ مجلس میں ایک ساعت بیٹھ سکیں۔ دونوں مدرسوں (قدیم و جدید) کے درمیان دو آدمیوں کے سہارے چلا کرتے تھے اور اس وقت میں چلتے چلتے بھی درس دیتے تھے اور رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی بھی اپنے کلمات طیبات کے ذریعے فرماتے جاتے تھے۔ عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں اس سڑک تک (دو آدمیوں کے سہارے) تشریف لے جاتے تھے جو مدرسہ اور جامع مسجد دہلی کے درمیان میں ہے۔ لوگ اُس وقت آپ کے قدوم کے منتظر رہتے تھے اور اپنے سوالات اور علمی اشکالات آپ کی خدمت میں پیش کر کے حل کرتے تھے۔ بھوک اتنی کم ہو گئی تھی کہ کئی کئی دن کے بعد غذا استعمال فرماتے تھے۔"

بالآخر وہ زمانہ بھی قریب آگیا جب کہ یہ ہندوستان کا آفتاب علم غروب ہونے والا ہے۔ مولوی سید احمد علی بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے (یہ بجنور غالباً لکھنؤ کے قریب ایک قصبہ ہے) حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات ایک خط میں لکھے ہیں۔ الروض الممطور میں یہ خط درج ہے۔ میں اس خط کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتا ہوں۔ کہیں کہیں مفہوم باقی رکھتے ہوئے الفاظ میں تغیر کر دیا گیا ہے۔

"ماہ رجب ۱۲۳۹ھ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ چار دن کے بعد آدھ پاؤ بلکہ اس سے بھی کم غذا استعمال کرتے تھے۔ تمام رات بخار رہتا تھا اور اکثر سوداویہ چڑھتے تھے، آخر رمضان میں طبیعت پہلے سے زیادہ ناساز ہوئی، چنانچہ ۲۹ رمضان کو شام کے وقت غشی طاری ہو گئی۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ تمام گھر میں ایک عجیب قیامت برپا ہو گئی۔ اس کی صبح کو عید تھی اور پیر کا دن تھا، کچھ افاقہ ہو گیا موافق معمول کے، پہر دن چڑھے نماز عید ادا کی گئی کہ مسجد اکبر آبادی میں پھر غشی طاری ہوئی۔ گھر آ گئے طبیعت بے مزہ رہی۔ منگل کا دن درس کا دن تھا۔ بکمال بے طاقتی منبر پر کچھ دیر آرام کر کے آیۂ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی تفسیر پر اکتفا کیا، پھر کچھ دن باقی رہا تھا کہ فقیر کو طلب فرما کر وصیت نامہ لکھوایا جس میں قرض اور ذاتی کتب خاص کو مولانا محمد اسحٰقؒ کے نام ہبہ کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی امور تھے۔ فقیر کی مُہر اس پر ثبت کرائی اور مولانا

رشید الدین خاں وغیرہ کو طلب کرکے ان کی مہریں بھی ثبت کرائیں۔ اس دن حال بہت متغیر تھا۔ مغرب سے پہلے پہلے اجازت نامۂ احادیث اپنی مہر خاص سے مزین فرماکر اس فقیر کو عنایت فرمایا۔ اب طعام بالکلیہ موقوف ہوا۔ بدھ کا دن آیا، اطبائے جمع ہوکر ایک نسخہ تجویز کیا، اس کو استعمال کیا۔ پھر دن چڑھے نماز اشراق ادا کی۔ بعدہٗ اجابت ہوئی۔ دوا بعینہٖ نکلی معلوم ہوا کہ قوتِ ماسکہ زائل ہوگئی ہے۔ بدھ کے دن شام کو بہت لوگ مرید ہوئے۔ جمعرات کے دن حالت اور متغیر ہوگئی۔ جمعہ کے دن چاہا کہ معمول کے مطابق مدرسہ میں آئیں نہ آسکے۔ درس موقوف ہوا مگر زیارت سب کو میسر ہوئی۔ شام کے وقت تفسیر مدارک اور تفسیر رحمانی سُنی بعدہٗ کچھ نقدی برادرزادوں اور ذوی الارحام حاضر وغائب پر تقسیم فرمائی قصہ مختصر یہ کہ شنبہ کے دن سکوت طاری ہوا اور نبض مختل ہوگئی، مگر نماز پنجگانہ اشارے سے پڑھتے تھے۔ دوپہر کو قرآن مجید طلب فرماکر مولانا محمد اسحٰقؒ صاحب سے سورۂ قٓ ایک رکوع تک سُنی بعدہٗ فرمایا کہ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا سے ابتدا درس کی ہوگی۔ پڑھو۔ بعد مغرب غلام حسین نامی ایک صاحب مرید ہوئے۔ نماز عشاء کی پڑھی۔ چار گھڑی رات باقی رہی تھی کہ اضطراب لاحق ہوا۔ دو پنکھے دائیں اور بائیں جھلے جا رہے تھے۔ آرام کسی صورت نہ تھا۔ بر خلاف عادت کے سوائے تہبند کے باقی تمام کپڑے بدن سے اُتار ڈالے تھے۔ بعد نماز فجر، شوال کو اتوار کے دن داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ تمام شہر دہلی پر ایک ایسی حالت واقع ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی"

کمالاتِ عزیزی میں بھی آپ کے وقت کے کچھ حالات نواب مبارک علی خاں میرٹھیؒ نبیرۂ نواب خیر اندیش خاں مرحوم نے لکھے ہیں، اس میں ہے کہ آخری وعظ کے دن آپ نے مشہور مصرع، من نیز حاضر میشوم تصویرِ جاناں دربغل، کو تصرف کرکے یوں پڑھا۔

ئین نیز حاضر می شوم تفسیرِ قرآں دربغل۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن اسی کپڑے کا ہو جو میں پہنتا ہوں۔ آپ کا کُرتہ اَدھوتر کا اور پائجامہ گاڑھے کا ہوتا تھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نماز جنازہ شہر کے باہر ہو۔ چنانچہ

یسا ہی کیا گیا۔ کمالات عزیزی میں ہے کہ آپ کے جنازے کی نماز پچپن مرتبہ ہوئی۔

مزار۔ اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کے پہلو میں مہندیوں میں دفن ہوئے۔

تاریخہائے وفات۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رامپوری رح نے حسب ذیل تاریخ کہی:۔

شاہ عبدالعزیز فخرِ جہاں　　عالمِ علم آیتِ قرآن
صبحِ یک شنبہ ہفتمیں شوال　　از بدن گشتہ روحِ او پرّاں
سنِ ہجری چو جستم از ہاتف　　گفت اے نکتہ سنج قاعدہ داں
سالِ فوتش ز ہر عدد پیداست　　از احد تا الوف زیں عنواں
خواہی از ہر عدد کہ تاریخش　　اوّلاً چار چند کن پس ازاں
یک بیفزا و ضرب کن در دہ　　پس بکن طرح بست بست اے جاں
در صد و بست و چار باقی را　　ضرب فرما تو اے فہیم زماں
پس بنقصانِ یک عدد دریاب　　فوت آں مفخر زمین و زماں

حکیم مومن خاں مومنؔ دہلوی مرحوم نے حسب ذیل قطعۂ تاریخ لکھا۔

انتخابِ نسخۂ دیں مولوی عبدالعزیز　　بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثل
جانبِ ملکِ عدم تشریف فرما کیوں ہوئے　　آ گیا تھا کیا کہیں مُردوں کے ایماں میں خلل؟
بے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا　　کیا کیا یہ ظلم تو نے بیکسوں پر اے اجل
جب اُٹھائی نعش اک عالم تہ و بالا ہوا　　لوٹتا تھا خاک پر ہر قدسیٔ گردوں محل

ہ یعنی ایک سے لے کر ہزار تک کسی عدد سے بھی اس طرح تاریخ نکالی جاسکتی ہے کہ لیے ہوئے عدد کو چار گنا کر دو پھر ایک کو اور شامل کر دو، پھر دس میں ضرب دو پھر بیس سے تقسیم کرو جو باقی رہے اس کو ۱۲۴ سے ضرب دو حاصل ضرب میں سے ایک کو کم کر دو ۱۲۳۹ھ برآمد ہوگا

کیا کس و ناکس پہ تھا صدمہ کیا جس وقت دفن ۔۔۔ ڈالتا تھا خاک سر پہ ہر عزیز و مبتذل
مجلسِ درد آفرینِ تعزیت میں میں بھی تھا ۔۔۔ جب پڑھی تاریخ مومن نے یہ اکہ بے بدل
دستِ بیدادِ اجل سے بے سر و پا ہو گئے ۔۔۔ فقر و دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل

ق ی ض ن ط ر ل م
۱۰۰ ۱۰ ۸۰۰ ۵۰ ۹ ۲۰۰ ۳۰ ۴۰
۱۲۳۹ھ

آثار الصنادید میں یہ قطعۂ تاریخ ہے۔

حجۃ اللہ، ناطق و گویا ۔۔۔ شاہ عبدالعزیز فخر زمن ۔۔۔ روز شنبہ و ہفتم شوال ۔۔۔ درمیانِ بہشت ساخت وطن
مہر نصف النہار در عرفاں ۔۔۔ مثلِ بدرِ منیر در ہمہ فن ۔۔۔ از سرِ لطف و سلم تاریخش ۔۔۔ رضی اللہ عنہ گفت حسن

ل ح
۸+۳۰
۳۸

۱۳۰۱
۳۸
۱۲۳۹ھ

کتب خانۂ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ کے ایک قلمی نسخے سے حسبِ ذیل تاریخ ملی (یہاں چند اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے۔ شاعر کا پتہ نہ چل سکا)۔

جنابِ اقدسِ عبدالعزیز والا قدر ۔۔۔ کہ بود محوِ رضائے خدائے بے ہمتا
فقیہِ بے بدل و عالمِ عدیم المثل ۔۔۔ ولیٔ کامل و استاد و مرشد دانا
مدبرے کہ با قلیمِ دانش و حکمت ۔۔۔ جز او نبود کسے را عمل ز سر تا پا
امامِ جملہ دبیرانِ نکتہ سنج و فصیح ۔۔۔ قوامِ جملہ ادیبان و موجدِ انشا
معینِ اہلِ ورع مقتدائے دینداراں ۔۔۔ ظہیرِ شرع پسندانِ صاحبِ تقوی
مطاع و مرشد و شاہِ جہاں و اولادش ۔۔۔ ملاذ و مرجعِ میر و وزیر و شاہ و گدا
بجستم از خردِ خردہ کار تاریخش ۔۔۔ ہزار نالہ کشید و بسر زد و گفتا

پس از وضو و طہارت نویس ایں مصرع
نہفت زیرِ زمیں مہرِ دین و ماہِ ہدیٰ
۱۲۳۹ھ

(بشکریہ الفرقان لکھنو) ۔۔۔ (مسلسل)

علماء کرام کا سیمینار

محکمہ اوقاف اور پاکستان اکیڈمی ترقی دیہات کا ایک اقدام

مرتب:- ضیاء

(۱۰ اپریل سے لے کر ۱۶ اپریل تک پاکستان اکیڈمی ترقی دیہات پشاور میں علماء کا ایک اجتماع و سیمینار ہوا، جس میں خاص طور سے تحصیل پشاور کے ائمہ و خطباء حضرات مدعو تھے۔ اس اجتماع میں ملک کے بعض ممتاز علماء نے شرکت فرمائی اور مقالات پڑھے۔ اس کے علاوہ دیہات کی زندگی کو بہتر بنانے کے وسائل بھی زیر بحث آئے۔ اور ان کے متعلق ماہرین نے مضامین پڑھے۔

اس اجتماع کا انتظام محکمہ اوقاف مغربی پاکستان کی مدد سے پاکستان اکیڈمی ترقی دیہات پشاور نے کیا تھا۔ اس میں کوئی دو سو کے قریب علماء نے شرکت فرمائی۔ یہاں مختصراً اس اجتماع کی رُوداد دی جا رہی ہے) مدیر

اجتماع کی غرض و غایت

محمد مسعود صاحب ڈائرکٹر اکیڈیمی نے اجتماعِ علماء کا افتتاح کرتے ہوئے وہ اسباب جو

اس کے محرک بنے ، ان کا خلاصہ اِن الفاظ میں پیش کیا :۔

"پچھلے سال ایوان اسمبلی میں وزیر اوقاف کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ حکومت بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین بھیجے گی۔ اس اعلان کو پڑھ کر میں نے وزیر موصوف کو ایک خط لکھا جس میں یہ تجویز پیش کی کہ باہر کے ممالک میں مبلغین بھیجنے کے علاوہ اپنے ملک میں بھی اُن کی اشد ضرورت ہے۔ حکومت کو اپنے ہاں علماء اور ائمہ کو ایسی تربیت دینی چاہیئے جس سے وہ اپنے ملک و قوم کی ترقی میں مناسب حصہ لے سکیں اور راہِ حق کے سچے مبلغین بن کر اپنے غریب مفلس اور کروڑوں ان پڑھ بھائیوں کی خدمت انجام دے سکیں"

مسعود صاحب کی یہ تجویز پسند کی گئی۔ چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف نے اس کی افادیت تسلیم کرتے ہوئے محکمہ کی طرف سے ضروری مدد کی اور اس طرح یہ اجتماع ہو سکا۔ موصوف نے اپنے افتتاحی خطبے میں اس بات پر زور دیا کہ جب تک ہماری دینی حالت کے ساتھ دنیوی حالت اچھی نہیں ہوتی ، نہ ہمارے اخلاق اچھے ہوں گے اور نہ ہم دین کو زندہ کر سکیں گے خود ان کے الفاظ میں :۔

"...... اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ قرآن مجید میں موجود ہے :۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً - صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی کی بہتری اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی کہ آخرت کی زندگی۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں اور خدا کے منشاء کے مطابق دونوں کی مجموعی حیثیت سے بہتری اسلام کی مثالی زندگی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ کیا ہمارے علماء و ائمہ اس مسئلے کی حقیقی اہمیت کو محسوس کریں گے؟ اور فقر و افلاس کی دلدل سے نکلیں گے اور عام مسلمانوں کو بھی غربت و فاقہ کے چنگل سے نجات دلائیں گے"

اس کے لئے ڈائرکٹر اکیڈمی نے یہ تجویز کیا کہ علماء علم دین کے ساتھ کوئی نہ کوئی فن بھی حاصل کریں اور روحانی ترقی کے ساتھ لوگوں کی دنیوی ترقی کے لئے بھی کوشش